ریحان احمد یوسفی

جس کے لیے جیے تھے اسی سے ہیں جا ملے

مرنا ہر شخص کو ہے۔ یہ اہم بات نہیں ہے۔ اہم یہ ہے کہ مرنے کے بعد زندگی دینے والے کی بارگاہ میں کسی شخص کا استقبال کس حیثیت میں کیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے یہ غیب کی باتیں ہیں جو قیامت سے قبل کوئی نہیں جان سکتا۔ مگر انسان جس طرح جیتا ہے، اس سے بڑی حد تک یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مرنے کے بعد اس کا استقبال کس طرح کیا جائے گا۔

اسحاق ناگی صاحب کے لیے بھی آخر کار موت کا وہ دروازہ کھل گیا جو ہر انسان کا مقدر ہے۔ مگر ناگی صاحب کے متعلق ان کے جاننے والے یہ گواہی دیتے ہیں کہ وہ اللہ اور اس کے دین کی نصرت کے لیے جیے۔ میں ذاتی علم کی بنیاد پر یہ گواہی دے سکتا ہوں کہ وہ زندگی کی آخری سانسوں تک دین پھیلانے کی جدوجہد میں مصروف رہے۔

ناگی صاحب سے میرا تعارف تو پرانا تھا، مگر ان سے ربط ضبط اس وقت بڑھا جب ۲۰۰۶ء میں میرے رسالے کی باقاعدہ اشاعت شروع ہوئی۔ وہ میرے مضامین کو پسند کرتے اور فون کر کے مختلف تحریروں کی تحسین کیا کرتے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کو لکھنے کی تھوڑی بہت صلاحیت عطا فرمائی ہے۔ اس پس منظر میں وہ اپنے بعض مشاہدات اور خیالات مجھ تک پہنچاتے تھے کہ میں انھیں تحریر کے قالب میں ڈھال کر لوگوں تک پہنچا سکوں۔ ایسی ہی ایک تحریر میں اس ماہ کے شمارے میں شائع بھی کر رہا ہوں تاکہ قارئین کو اندازہ ہو جائے کہ ایک مخلص داعی کو اللہ تعالیٰ کس طرح موثر بنا دیتے ہیں۔ ان کا درد دوسروں کو بھی آمادہ کر دیتا ہے کہ وہ ان کی آواز میں اپنی آواز ملا کر ان کا پیغام دور دور تک پہنچائیں۔

ناگی صاحب ایک پر جوش داعی تھے۔ وہ عالم داعی نہیں، بلکہ کارکن داعی تھے۔ ایسے کارکن جن کے جوش عمل اور

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

جذبۂ جنوں کے بغیر کسی عالم کا پیغام اس کی ذات سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ یہ ناگی صاحب کا جوش وجنوں ہی تھا جو عمر بھر بڑے اہل علم کا پیغام دوسروں تک پہنچاتا رہا، تاہم ناگی صاحب کی یہ وابستگی اہل علم سے کسی تعصب کی بنا پر نہیں تھی بلکہ ان کی اصل وابستگی اللہ تعالیٰ کے دین کے ساتھ تھی۔ چنانچہ ہمارے اساتذہ جیسے محقق اہل علم ہوں یا اس (مجھ) عاجز جیسا کوئی معمولی طالب علم، انھیں جہاں محسوس ہوتا کہ دین حق کا پیغام موثر طریقے پر دوسروں تک پہنچ سکتا ہے، وہ اس ذریعے کو استعمال کرتے اور حق کی امانت پورے ولولے کے ساتھ آگے منتقل کر دیتے۔

اس معاملے میں ان کی وابستگی جس سطح پر پہنچی ہوئی تھی اس کا اندازہ مجھے ان کی زندگی کے آخری ایام میں ہوا۔ وہ دو تین برس سے کینسر جیسے موذی مرض سے جنگ کر رہے تھے۔ یہ ایک سخت اور تکلیف دہ مرحلہ تھا۔ ان اذیت ناک دنوں میں، جب لوگوں کو اپنے سوا کسی چیز کا ہوش نہیں رہتا، ناگی صاحب مجھے بار بار فون کرتے اور میری ایک تصنیف منگوا کر نہ جانے کہاں کہاں پہنچاتے۔ آخری وقت میں حال یہ ہو چکا تھا کہ جب ان کا فون آتا تو وہ اس اذیت میں ہوتے کہ اُن کی زبان اُن کا ساتھ نہیں دے پاتی تھی۔ میں بمشکل تمام ان کا مدعا سمجھ کر کتاب بھجواتا۔ میں نے جب ان سے کتاب کی قیمت لینا بند کر دی تو انھوں نے مجھے فون کرنے کے بجائے میرے اسسٹنٹ کو فون کرنا شروع کر دیا۔ یہ حساسیت کی انتہا ہے۔

خالق کی حمیت کے ساتھ خلق کی ہمدردی کا جذبہ بھی ان میں بڑا گہرا تھا۔ مجھے اس کا ذاتی تجربہ ان کی بیماری کے آغاز سے ذرا قبل اس وقت ہوا جب میں خود ایک مہلک مرض کا شکار ہو گیا۔ مشکل اور لاعلاج امراض میں حکیمی نسخے ہر دوسرا شخص بتا رہا ہوتا ہے۔ میں ان دنوں اس طرح کی چیزیں سن سن کر بہت بے زار تھا اور ایسے ٹوٹکوں کو ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکال دیتا تھا۔ ناگی صاحب کو میری بیماری کا علم ہوا تو بار بار فون کر کے خیریت معلوم کرتے۔ پھر انھوں نے مجھے ایک ایسا ہی مجرب، موثر اور آزمودہ نسخہ بتایا۔ میں نے شکریہ کے ساتھ بس سن لیا۔ دوبارہ فون کرنے پر جب انھیں یہ علم ہوا کہ ابھی تک میں نے ان کے نسخے پر عمل نہیں کیا تو انھوں نے مجھے قائل کرنا شروع کیا۔ نہ جانے کتنے دنوں تک کتنی ہی دفعہ انھوں نے مجھے اس مقصد کے لیے فون کیا اور کس کس طریقے سے اس کے موثر ہونے کی یقین دہانی کرائی۔ آخر کار ان کی محبت، اخلاص اور اصرار دیکھ کر مجھے ان کی بات پر عمل کرنا پڑا۔ اس کے بعد وہ خود کینسر کی زد میں آ گئے اور آنے والے دنوں میں اس موذی مرض کا مردانہ وار مقابلہ کرتے رہے۔

میرے پاس ان کا فون بہت مستقل مزاجی سے آیا کرتا تھا۔ آخری کچھ عرصے میں ان کا فون آنا بند ہو گیا۔ میں لاہور میں مقیم مختلف احباب سے ان کی خیریت معلوم کرتا رہتا تھا۔ آخر کار ۲۶ اگست کو یہ اطلاع موصول ہوئی کہ خدا

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

کے دین کا یہ جانباز ،نقدیِ عمر راہ خدا میں لٹا کر اس ہستی کے حضور میں پیش ہو چکا ہے جو آسمان وزمین کے سارے خزانوں کا مالک ہے۔اوراس کی عطا سب سے بڑھ کر ان خدام کی طرف متوجہ ہوتی ہے جو اپنی زندگی اس کے نام وقف کر دیتے ہیں۔جن کی ہر نفرت اور محبت زندگی بھر صرف خداوند ذوالجلال کے حوالے سے رہتی ہے۔اسحاق ناگی صاحب ایسے ہی صلحا میں سے تھے۔میری امید اور دعا ہے کہ پروردگار عالم ان کے ایام زندگی کی آخری سختیوں کو ان کی کوتاہیوں کی تلافی کا ذریعہ بنا دے۔درگزر کا یہ پروانہ ذات اقدس سے مل جائے تو پھر صلے میں ملنے کو عطا و رضا کی وہ بادشاہی رہ جاتی ہے جو لازوال ہے۔

میں شعر کہنے کا ذوق نہیں رکھتا، مگر نہ جانے کیوں ناگی صاحب کے لیے ایک شعر بے اختیار موزوں ہو گیا ہے۔اسی شعر پر یہ مضمون ختم کر رہا ہوں۔

جس کے لیے جیے تھے اُسی سے ہیں جا ملے
لاریب ہر وفا کا صلہ پا چکے ہیں ہم

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com